Advance Social Science Archive Journal
Available Online: https://assajournal.com
Vol.3 No.1,January-March,2025.Page No.722-729
Print ISSN: 30062497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

APPROACH OF SUB CONTINENTAL THEOLOGIANS TO MIRACLES

فہم معجزات میں متکلمین برصغیر کے مناہج

Muhammad Anisur Rahman	Ph.D. Research Scholar, HITEC University Taxila Email: ak.anis1994@gmail.com
Dr. Saeed Ahmed	Lecturer HITEC University Taxila Email: saeed.ahmad@hitecuni.edu.pk

ABSTRACT
The meaning of a miracle is something that goes against the ordinary laws of nature. Miracles are mentioned in all religions to some extent. They are presented as evidence for the Prophets. However, some thinkers deny them, considering them to be contrary to reason and inconsistent with the principles of nature. In the context of miracles, this contradictory view is also found among Indian theologians. Therefore, below we will discuss the views of prominent Indian theologians, including Sir Syed Ahmad Khan, Shibli Naumani, Idris Kandhlawi, and Shabbir Ahmad Usmani, on the subject of miracles-

Keywords:Miracle, Cause and Effect, Laws of Nature, Sir Syed Ahmad Khan, Shibli Nomani, Shabbir Ahmad Usmani, Idris Kandhlawi.

معجزہ لغوی واصطلاحی تعریف

معجزہ کا لفظ عجز یعجز معجزۃ سے بنا ہے۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے: ”عاجزۃ عن الشئي، العجز الضعف، نقیض الحزم، عجز عن الامر“[1] یعنی معجزہ کا لفظ لغوی اعتبار سے ”عاجز، کمزوری، یقین اور کسی معاملے سے عاجز ہونے“ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

متکلمین کے ہاں معجزہ کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ امام رازیؒ نے معجزہ کی تعریف کی ہے: ”امر خارق للعادۃ مقرون بالتحدي الذي هو دعوي الرسالة او النبوة“[2] ترجمہ: ”ایک خرق عادت کام جو تحدی کے ساتھ جڑا ہو اور اس کا کرنے والا رسالت و نبوت کا مدعی ہو“۔2۔ شبلیؒ معجزہ کی تعریف میں لکھتے ہیں: ”وہ فعل جو خرق عادت ہو، خدا کی طرف سے ہو، اس کا معارضہ ناممکن ہو، مدعی نبوت کے طرف سے ظاہر ہو، مدعی نبوت کے دعوی کے موافق ہو، وہ فعل دعوی نبوت سے قبل صادر نہیں ہوا ہو۔ جب کسی سے معجزہ صادر ہوتا ہے تو خدا حاضرین کی دل میں اس بات کا یقین پیدا کر لیتا ہے کہ نبی برحق ہے“۔[3]

معجزہ بطور دلیل اس کی نوعیت

جمہور متکلمین کے نزدیک معجزہ نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے البتہ دلیل کی نوعیت کس قسم کی ہے؟ اس میں تین اقوال ذکر کیے گئے ہیں:

1۔ دلیل وضعی۔ 2۔ دلیل عقلی۔ 3۔ دلیل عادی

جمہور اشاعرہ کا مسلک ہے کہ معجزہ نبوت کی ”دلیلِ عادی“ ہے۔ چنانچہ عضد الدین ایجیؒ لکھتے ہیں: ”وهي عندنا اي الاشاعرة: اجراء الله تعالي عادته بخلق العلم بالصدق عقيبه اي عقيب ظهور المعجزة فان اظهار المعجز علي يد الكاذب وان كا ممكنا عقلا فمعلوم انتفاءه عادة“۔ ترجمہ:

”اشاعرہ کے نزدیک معجزہ کا ظہور رسول کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کا سنتِ عادی کا جاری ہونا ہے تاکہ اس رسول کی صداقت ہو سکے۔ معجزہ کا ظہور اگرچہ کاذب کے ہاتھ سے عقلاً ممکن ہے لیکن عادتاً یہ محال ہے۔[4] ایجیؒ کے علاوہ دیگر اشعری متکلمین میں ابوالحسن اشعریؒ امام باقلانیؒ، عبد القاہر بغدادیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔[5]

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ معجزہ نبوت کی عقلی دلیل ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ مستصفیٰ میں لکھتے ہیں کہ " عقل نبی کی صداقت کا اعتراف کرتی ہے۔ عقل اللہ تعالیٰ کے بارے میں، آخرت کے بارے میں بھی اعتراف کرتی ہے۔ البتہ عقل بساوقات اس کو خلط ملط بھی کرتی ہے۔ اس کے محال ہونے کے بارے میں بھی سوچتی ہے۔ لہذا عقل اپنے شعور میں آزاد نہیں ہے۔ بعض اوقات انکار کرتی ہے اور کبھی ثابت قدم رہتے ہوئے جو معجزہ پیش کرے تو اس کی حقانیت کا یقین کرتی ہے"۔[6]

تیسری رائے یہ ہے کہ معجزہ نبوت کی دلیل وضعی ہے یعنی معجزہ کو وضع اس بات کے لیے کیا گیا ہے کہ یہ نبوت کے لیے بطور دلیل پیش کی جائے گی۔ بالفاظ دیگر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مدعی نبوت کی صداقت کے لیے اللہ تعالیٰ نے معجزہ وضع کیا ہے، چنانچہ امام جوینیؒ بھی اس قول کے قائل ہے، وہ اس کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں، یہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تصدیق ہوتا ہے۔ جیسے ایک بادشاہ لوگوں کو اکٹھا کرلے اور ان تمام کو اپنے مناصب کی ترتیب سے بٹھالے پھر بادشاہ کا ایک خاص خادم اٹھ جائے اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہے کہ میں بادشاہ کا نمائندہ منتخب کیا گیا ہوں اور میں آپ کو بادشاہ کا پیغام ابھی، اور اس کے بعد بھی ضرورت پڑنے پر دیتا رہوں گا جبکہ میری سچائی کی دلیل یہ ہوگی کہ میں ابھی بادشاہ کو کسی کام کرنے کا کہوں گا تو بادشاہ سلامت اس کو پورا کردے گا اور پھر بادشاہ سے اس کام کے کرنے کی فرمائش کرے اور بادشاہ اس کام کو سرانجام دے۔ تو حاضرین اس کے بعد اس بات پر یقین کریں گے کہ اس خاص وزیر کا کلام کرنا ایسا ہی ہے جیسے اس بادشاہ نے خود کہا ہے۔ کیونکہ بادشاہ نے اس کی تصدیق کسی خاص وقت میں کی تھی۔ لہذا معجزہ کی وضع اللہ تعالیٰ نے نبی کی صداقت کے لیے کی ہے۔[7]

معتزلہ میں قاضی عبد الجبارؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ " معجزہ رسول کی صداقت کے لیے ہوتا ہے کہ جب وہ اپنی نبوت کی تصدیق کروانا چاہتا ہو تو اس کی طلب پر اللہ تعالیٰ اس معجزہ کو صادر کر دیتا ہے گویا معجزہ کا وضع نبوت پر دلالت کے لیے کیا گیا ہے"۔[8]

معجزہ اور نبوت کا تعلق

متکلمین کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے کہ ثبوت نبوت کے دلائل معجزہ پر منحصر ہیں یا معجزہ نبوت کے دیگر دلائل میں سے ایک دلیل ہے؟

متکلمین کی ایک جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبوت کے دلائل معجزہ پر منحصر ہیں چنانچہ معتزلہ میں سے قاضی عبد الجبار کی رائے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی رسول کی رسالت کا ارادہ کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس کا کلام اس طور پر ہو کہ وہ عاجز کرنے والا ہو یا ایسی کوئی چیز اس کے پاس ہو جو عاجز کرنے والی ہو کیونکہ یہ معجزہ رسول کی صداقت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ رقمطراز ہے: "فلم يدل علي ذلك الا بالمعجزات"۔[9] نیز اشاعرہ میں سے ابو اسحاق اسفرائینیؒ التبصیر فی الدین میں تحریر کرتے ہیں: "انما يثبت صدق مدعي النبوت بالمعجزات"۔ امام جوینیؒ بھی اسی بات کے قائل ہیں: "من شرط صحة المعرفةبالنبوة الوقوف علي حد المعجزات" بلکہ امام جوینیؒ نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ کوئی سوال کرے کہ کیا پیغمبر کی صداقت کے لیے معجزے کے علاوہ اور کوئی دلیل ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ ناممکن ہے۔[10]

بعض محققین کے نزدیک کہ صرف معجزہ نبوت کی واحد دلیل نہیں ہے بلکہ دیگر دلائل کی طرح ایک دلیل میں سے شمار کیا جائے گا اگر اس میں کوئی تناقض نہ ہو۔[11]

کرامیہ کا مسلک ہے کہ نبوت کے ثبوت کے لیے معجزہ شرط نہیں ہے۔ اگر رسول ظاہر ہو جائے اور اس کی دعوت پہنچ جائے تو اس کی تصدیق اور اقرار لازم ہو گا بغیر کسی معرفت اور دلیل کے طلب کرنے کے۔[12]

چوتھا قول یہ ہے کہ دلائل نبوت معجزات پر منحصر نہیں ہیں بلکہ نبوت کے دیگر دلائل کی طرح ان کو بھی ایک دلیل میں سے شمار کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہو گی کہ دراصل معجزہ کا مقصد اس آدمی کو اطمینان دلانا ہے جو نبوت کی تکذیب کرتا ہے اب یہ اطمینان کبھی تو معجزہ سے ہو گا اور کبھی کسی دیگر ذرائع سے بھی ممکن ہو گا اور اسی کو اختیار کیا جائے گا۔ بلکہ اکثر صحابہ نے حضور ﷺ پر بغیر معجزہ دیکھے ایمان لایا تھا کیونکہ حضور ﷺ کی سیرت اور کردار کا بھی اس میں ایک خاص عمل دخل تھا یا جیسے ہرقل نے حضور ﷺ کی نبوت کو سمجھنے کے لیے سوالات کیے معجزات کا نہیں پوچھا۔[13]

معجزہ کی بطور دلیل نوعیت اور معجزات اور نبوت کے درمیان تعلق کے بعد معاصر ہندوستانی متکلمین کی آراء کی توضیح شامل کی جاتی ہے۔

معجزات اور سر سیدؒ کا منہج (م1898ء)

آپ کا پورا نام سر سید احمد خانؒ ہے۔ آپ کی پیدائش 1817ء کو دہلی میں ہوئی ہے۔ آپ نے جدید تعلیم کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اس کے ساتھ آپ نے کئی اہم کتب ورسائل اور تفسیر القرآن کے نام سے تفسیر لکھی ہے۔ آپ کی وفات 1998ء کو ہوئی۔[14]

سر سید معجزات کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ تفسیر القرآن میں تحریر کرتے ہیں کہ "حضور ﷺ کے پاس معجزات کا نہ ہونے کا ذکر قرآن مجید سے ملتا ہے۔ حضور ﷺ جو افضل نبی ہیں ان کے پاس معجزہ نہیں ہے تو دیگر انبیاء کے پاس بھی نہیں ہوگا۔ جن واقعات کو لوگ معجزات کے معنی میں لیتے ہیں وہ معجزات نہیں ہے بلکہ وہ واقعات قانون قدرت کے موافق واقع ہوئے ہیں"۔[15]

1۔ موسیٰ کا عصا کو دریا کے پانی میں مارنے کے بعد راستہ بننے پر رد کرتے ہوئے سر سیدؒ لکھتے ہیں کہ "اس وقت جوار باٹے کے بسبب کے جو سمندر میں آتا رہتا تھا کہیں خشک زمین آجاتی تھی اور کہی پر خشک زمین نکل جاتی تھی اور کہی پر پایاب رہ جاتی تھی۔ بنی اسرائیل ان راستوں سے خشکی پر راتوں رات اتر گئے۔ یہی مطلب سورۃ الدخان کی آیت کریمہ کا ہے۔ صبح جب فرعون نے اسی راستوں پر لشکر ڈالا تو ان جگہوں پر پانی آگیا تھا جس میں فرعون کا لشکر ڈوب گیا"۔[16]

2۔ سورۃ العمران کی آیت کریمہ کی (كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ)[17] کے ضمن میں مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزانہ طور پر بے موسم پھل ملتے تھے۔ سر سیدؒ اس کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں کے ذریعے جو زاہد وعابد عورتوں کی خبر گیری کرتے تھے حضرت مریم کو رزق پہنچاتا تھا"۔[18]

حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سورۃ العمران کی آیت کریمہ ہے کہ (وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ)[19]۔ اس میں مہد سے بچپن کا وہ زمانہ مراد نہیں ہے جس میں بچے بات نہیں کر سکتے ہیں بلکہ اس سے مراد صغر سنی ہے اور صغر سنی میں بچے بات کرتے ہیں۔ اس طرح حضرت عیسیٰؑ کے قرآن مجید میں یا انجیل میں جو معجزات ذکر ہیں جیسے اندھوں کو ٹھیک کرنا یا لنگڑوں کو صحت یاب کرانا تو اس سے مراد ہے کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی منادی دی کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے یا اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی عبادت سے نہیں روکتا۔ جس کی مفسرین نے عجیب اور غریب توجیہات پیش کی ہیں۔[20]

سر سیدؒ کے علم کلام کے چند اہم اصول ہیں جو سر سیدؒ کو معجزات کے اقرار سے روکتے ہیں، ذیل میں ان سے چند کو ذکر کرتے ہیں:

1۔ سر سید کا اہم اصول یہ ہے کہ ورک آف گاڈ (قوانین قدرت) اور ورڈ آف گاڈ (قرآنی آیات) میں اختلاف نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول اور فعل میں تضاد نہیں ہو سکتا ہے۔[21]

2۔ سر سیدؒ لکھتے ہیں کہ فلاسفہ نے کرامات اور معجزات کا انکار کسی وجہ سے بھی کیا ہو لیکن ہمارا انکار صرف اس بنیاد پر نہیں کہ یہ مخالف عقل ہے بلکہ ہم نے اس بنیاد پر انکار کیا ہے کہ قرآن سے خرق عادت یا خلاف جبلت وفطرت کا امتناع پایا جاتا ہے۔ جس کو ہم ان الفاظ میں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ کوئی امر خلاف قدرت واقع نہیں ہوتا کیونکہ ایسی صورت میں پھر وہ قدر الیتی قدرہا اللہ کے خلاف ہوگا۔[22]

3۔ تفسیر القرآن میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ انبیاء اجمعین کے معجزات کا یا اولیاء کی کرامات کا معنی متعارفہ میں اقرار کیا جائے تو یہ توحید فی الصفات کو ناقص کرتی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے صاف صاف لوگوں کو بتادیا کہ معجزہ اور عجز تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے میں تو تمہاری طرح انسان ہوں اللہ تعالیٰ میرے دل میں وحی ڈالتا ہے اور میں اس کی تلقین تمہیں کرتا ہوں۔[23] اس مفہوم کو دوسری جگہ اس الفاظ میں لکھتے ہیں کہ "ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی انسان معجزہ یا کرامت کا یقین کرے تو گویا آپ اللہ تعالیٰ کی صفات میں نقص کے دعوے دار ہیں یہ پیر پرست اور گور پرست لوگوں کی طرح ہے جو معجزہ کی وجہ سے ہی رغبت دلاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے بغیر ان چیزوں کی طرف رجوع کرتے ہیں"۔[24]

معجزات اور شبلی نعمانیؒ کا منہج (م1914ء)

شبلی نعمانیؒ کی پیدائش 1857ء کو اعظم گڑھ میں ہوئی ابتدائی تعلیم آپ نے مقامی مدرسہ سے حاصل کی۔ دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ تحریک اتحاد اسلامی سے بھی منسلک رہے۔ اس کے ساتھ وکالت کی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ سر سیدؒ کے ساتھ تعلق کی بناء پر آپ نے علی گڑھ میں تدریس بھی کی۔ 1910ء میں آپ نے دار المصنفین کے نام سے ایک اہم تصنیفی اور تحقیقی ادارے کی بنیاد ڈالی۔ آپ کی وفات 1914ء کو ہوئی۔[25]

شبلیؒ معجزہ کے لیے خرق عادت کا لفظ استعمال کرتے ہیں کیونکہ معجزہ اور خرق عادت مفہوم کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔ شبلیؒ معجزہ کے حوالے سے اولاً چند سوالات پیش کرتے ہیں اور ان سوالات کے تناظر میں پھر اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہیں۔ وہ سوالات یہ ہیں: ”کیا خرق عادت ممکن اور ممکن الوقوع ہے؟ کیا خرق عادت نبوت کی حقیقت میں داخل ہے؟ کیا اس سے نبوت پر استدلال ہو سکتا ہے؟ نبوت کی اصلی حقیقت کیا ہے؟“۔[26] ان سوالات کی جوابات سے ہمیں شبلی کا منہج پورے طریقے سے واضح ہو گا۔

خرق عادت کے ممکن الوقوع کا جواب دیتے ہوئے شبلی تمہید قائم کرتے ہیں کہ دنیا میں ہر چیز اسباب اور علل کے تحت ہوتی ہے لیکن ہم ان علل سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اشاعرہ سلسلہ اسباب کے منکر ہیں ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بعد بغیر کسی علت کے اشیاء وجود میں آتی ہیں جبکہ شبلی اس رائے کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”عقل مند آدمی آگے قدم بڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ زمین یا سمندر سے بخارات اٹھتے ہیں وہ اوپر جا کر سردی کی وجہ سے پانی کے قطرے بن جاتے ہیں۔ غرض جس قدر حقیقت طلبی اور غور بڑھتا ہے علل و اسباب کا سلسلہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ عالم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ علت و معلول، سبب و مسبب، شرط و مشروط، اثر اور موثر کے سلسلہ کے غیر نہیں ہوتا اور اس کو فطرت کہتے ہیں، سنۃ اللہ کہتے ہیں، خلق اللہ کہتے ہیں جبکہ قرآن مجید کی آیات ہیں۔(وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا)“[27]۔[28] مذکورہ عبارت سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ شبلیؒ کے نزدیک معجزہ اور خرق عادت کا وجود مروجہ مفہوم میں ممکن الوقوع نہیں ہے کیونکہ معجزات کا وقوع اسباب کے تحت ہوتا ہے لیکن ان اسباب سے ہم ناواقف ہوتے ہیں۔

دوسرا سوال کہ معجزہ یا خرق عادت نبوت کی حقیقت میں داخل ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں شبلیؒ لکھتے ہیں کہ ”عمومی طور پر لوگوں میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء میں ضرور کوئی مافوق العادت امر ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر کفار مکہ نے بھی حضور ﷺ سے اس قسم کے معجزات کا طلب کیا جبکہ اسلام تو اس غرض سے آیا تھا کہ مذہبی اصول کے متعلق جو غلط خوش اعتقادیاں چلی آتی تھیں ان کو قطعاً رفع کیا جائے“۔[29] لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبوت کے لیے معجزہ کو لازمی قرار نہیں دیتے ہیں یعنی نبی کے لیے معجزہ ہونا ضروری نہیں ہے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ کیا خرق عادت سے نبوت پر استدلال کیا جا سکتا ہے؟ شبلیؒ کے نزدیک ہر چیز اس دنیا میں بغیر علت اور سبب کے نہیں ہے۔ تو اس اصول کے ضمن میں اس سوال کا جواب بھی پایا جاتا ہے کہ جب خرق عادت کا وجود ہی نہیں ہے تو اس سے استدلال بھی صحیح نہیں ہے۔ البتہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”جو واقعہ جس قدر معمول کے مطابق ہو گا اس قدر اس کا وقوع یقینی ہو گا اور جو واقعہ جس قدر خلاف عادت ہو گا اس قدر اس پر یقین کرنے کے لیے کدو کاوش کی ضرورت ہو گی۔ اسی طرح کسی واقعہ کا صرف ممکن ہونا واقعہ پر یقین کرنے کے لیے کافی نہیں“۔[30] چنانچہ شبلی نعمانیؒ اپنی اس رائے کی دلیل دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ محقق ہمیشہ غور کرتا ہے جیسے اگر کوئی کہے کہ ابن خلکانؒ نے کہا کوئی فلاں صوفی آگ میں گھس گیا اور وہ جلا نہیں تو عام آدمی تسلیم کرے گا لیکن محقق اس کو مستبعد قرار دے گا اور اس کو گمان ہو گا کہ اس روایت میں ابن خلکان کو وہم ہوا ہے یا اس روایت کی راوی کسی وہم کا شکار ہوا ہے۔

چوتھا سوال تھا کہ نبوت کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے جواب میں شبلیؒ امام رازیؒ کے مطالب عالیہ سے ایک عبارت نقل کرتے ہیں کہ ”نبوت کے قائل دو فریق ہیں کہ معجزات کا ظاہر ہونا نبی کے سچے ہونے کی دلیل ہے اور یہ مذہب کا قدیم طریقہ ہے اور دنیا کے عام اہل مذہب اس کے قائل ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلے طے کیا جائے کہ صحیح عقائد اور اعمال خیر کیا ہیں؟ اس امر کے محقق ہو جانے کے بعد جب یہ دیکھا جائے کہ ایک شخص لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتا ہے اور اس کی باتوں میں تاثیر ہے جبکہ یہ طریقہ عقل سے زیادہ قریب ہے“۔[31] شبلیؒ امام رازیؒ کی اس دوسری رائے کو اچھا سمجھتے ہیں کیونکہ آپ کے نزدیک یہ دوسری رائے عقل و فہم کے زیادہ قریب ہے۔ اس کے ساتھ شبلی نعمانیؒ نے نبوت کے تصور میں شاہ ولی اللہؒ، امام غزالیؒ، ابن حزمؒ کی آراء کو بیان کیا ہے۔

شبلیؒ ان آراء کی روشنی میں لکھتے کہ ”یہ ثابت ہو گیا کہ نبوت خرق عادت پر موقوف نہیں ہے لیکن خرق عادت تمام مذاہب کا ایک ضروری عنصر ہے اس سے انکار نہیں ہو سکتا اور اسلام میں کچھ نہ کچھ اس کی جھلک موجود ہے“۔[32] شبلیؒ کے ان متردد افکار کے بارے میں وارث مظہری صاحب لکھتے ہیں۔ ”شبلیؒ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معجزہ کے قائل ہیں لیکن اس کی تعیین میں کے بارے میں متردد ہیں کہ یہ مشکل ہے کہ کس کو معجزات میں سے شمار کیا جائے۔ البتہ جن معجزات کا ذکر کتب احادیث میں پایا جاتا ہے شبلی اس کا اقرار کرتے نظر نہیں آتے، اگرچہ سید سلیمان ندویؒ نے ”حیات شبلی“ میں اس موقف کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا لیکن بظاہر اس کی تائید دکھائی نہیں دیتی ہے۔[33]

معجزات کے باب شبیر احمد عثمانیؒ کا منہج (م1949ء)

شبیر احمد عثمانیؒ کی پیدائش 1875ء کو بجنور میں ہوئی، آپ کے والد کا نام فیض الرحمن عثمانیؒ تھا۔ آپ نے تعلیم جامعہ دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد مدرسہ فتحپور دہلی میں مدرس ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد دارالعلوم دیوبند میں تدریس شروع کی۔ 1944 میں مہتمم نامزد ہوئے۔ تحریک پاکستان میں آپ نے خوب ساتھ دیا۔ آپ کی وفات 1949ء کو کراچی میں ہوئی۔[34]

شبیر احمد عثمانیؒ معجزہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ ” جس چیز کا نام ہم معجزہ رکھتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فعل ہے۔ جو اس کی عام عادت کے گو خلاف ہو مگر عادت خاصہ کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے موافق ہوتا ہے۔ خاص اوقات میں مخصوص مصالح کی بنا پر عام عادات چھوڑ کر خوارق اور معجزات کا ظاہر کرنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص عادت ہے“۔[35]شبیر احمد عثمانیؒ کی اس تعریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی عادت خاصہ ہے۔ جس کا اظہار اللہ تعالیٰ خصوصی اوقات میں کرتا ہے۔

جو لوگ معجزہ کے منکر ہیں ان کے ہاں اس کی دلیل یہ بیان کی جاتی یہ قوانین قدرت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کائنات میں تمام چیزوں کو اسباب کے تحت وجود میں لاتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ ”معجزہ بھی قوانین فطرت کی حمایت کرتا ہے کیونکہ معجزہ اس وقت معجزہ کہلاتا ہے کہ جب دنیا میں تکوین کا کوئی ضابطہ اور قانون موجود ہو پھر وہ معجزہ اپنے اس ضابطہ اور قانون سے اعلی اور ارفع ثابت کرے۔ معجزہ کا اقرار کرنے والے دنیا کے منظم اور مرتب ہونے میں منکرین مذہب کے ہمنوا ہیں، البتہ معجزات کا قانون اس قانون سے اعلیٰ ہو گا جس سے طبعی سائنس آشنا ہے“۔[36]لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ خوارق کے ماننے سے قوانین طبعیہ کا اعتبار زائل نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی ان اصول کا انکار نہیں کرتا ہے لیکن بعض اعلی قوانین جو ان مذکورہ قوانین سے الگ ہیں ان کے تحت ان معجزات کا وجود ہوتا ہے۔

جو لوگ معجزات کا انکار کرتے ہیں ان کی طرف سے ایک دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ کائنات کے تمام افعال سنۃ اللہ ہیں اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کو تبدیل نہیں کرتا۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ ”سنۃ اللہ کا یہ مطلب ہو اگر جو منکرین نبوت پیش کرتے ہیں تو دنیا میں تمام ترقیات کا دروازہ بند ہو جائے گا، انسانوں نے ترقی کر کے حیوانی نظام کی جگہ اس سے کہیں زیادہ طاقتور جمادی سسٹم قائم کر دیا۔ ہزاروں سال کے بعد بیلوں، اونٹوں، گھوڑوں کے بعد انجنوں نے لیا تو کیا آپ اس عقلی قوت کی بدولت جدید فراہم کردہ نظام کو سنۃ اللہ کی تبدیل و تحویل اور قانون قدرت کا نقض و ابطال ہے“۔[37]

شبیر احمد عثمانیؒ نے معجزہ کی تعریف میں عادت خاصہ ذکر کیا اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”معجزہ خدا کی خاص عادت ہے۔ عادت کی دو قسمیں ہیں‘ 1۔ عادت مستمرہ عامہ: اس سے مراد وہ عادت ہے جس کا استعمال اکثر اور بیشتر اوقات میں ہوتا رہتا ہے۔ 2۔ عادت موقتہ خاصۃ: جس کا تجربہ کبھی کبھی نادر مواقع میں ہو۔ سلسلہ اسباب و مسببات کا قائم رکھنا اگرچہ اس کی عام عادت ہے لیکن بار بار یہ تجربہ بھی ہو چکا ہے کہ جب اپنے مقربین کی تصدیق کرانی ہو تو اس کے ہاتھوں پر وہ غیر معمولی علامات ظاہر کراتا ہے۔ البتہ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ معجزہ خدا کا فعل ہوتا ہے پیغمبر کا فعل نہیں ہوتا ہے“۔[38]

اس طرح معجزہ کے ثبوت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خرق عادت کا ثبوت ہر زمانہ میں ہر جگہ اور ہر قوم اور مذہب کے پیروکاروں کے نزدیک تواتر اور استفاضہ سے ثابت ہے۔ معجزہ اور دیگر خرق عادت میں شبیر احمد عثمانیؒ فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”معجزہ کوئی فن نہیں ہے کہ جو تعلیم اور درس سے حاصل ہوتا ہے۔ معجزہ میں تعلیم و تعلم ہے نہ انبیاء کا کچھ اختیار اس میں چلتا ہے اور نہ معجزہ صادر کرنے کا کوئی خاص ضابطہ اور قاعدہ ان کو سکھایا جاتا ہے کہ جب چاہے ویسا عمل کر کے معجزہ دکھلا دیا کریں۔ لہذا معجزہ ایسا نہیں ہے کہ انبیاء جس وقت چاہیں معجزہ جاری کر دیں بلکہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ مقتضی ہو تو جاری ہو سکتے ہیں۔ بر خلاف سحر، کہانت، مسمریزم، شعبدہ بازی وغیرہ یہ تعلیم اور تعلم سے حاصل کیا جاتا ہے“۔[39]

خرق عادت اگر کسی نبی کے ہاتھ سے تحدی اور بعثت سے قبل ظاہر ہو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔ اگر کسی غیر نبی کے ہاتھ پر نبی کی اتباع کی برکت سے کوئی اس قسم کے خرق عادات نشانات دکھلائے تو اس کا نام کرامت ہے۔ معجزہ، ارہاص اور کرامت کے علاوہ خرق عادت کی چوتھی قسم ہے جس کو متکلمین کے ہاں استدراج کہا جاتا ہے۔ جبکہ یہ منکرین انبیاء اور فاسق اور کافر کے ہاتھ سے صادر ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ مشابہت میں دیگر خوارق کی طرح ہے لیکن یہ معجزات کے قبیل سے نہیں ہے۔ یہ اسی طرح ہو گا کہ ایک طرف نجیب الطرفین بچہ ہو اور دوسری طرف ولد الزنا۔ یہ دونوں بچے صورۃً یکساں ہیں لیکن ان میں ایک بچہ فعل حرام کا نتیجہ ہے جبکہ دوسرا بچہ فعل مشروع اور طیب کا ثمرہ ہے۔ لہذا اتباع شیطانی میں حاصل کردہ خوارق استدارج ہے۔[40]

معجزات کے باب میں ادریس کاندھلویؒ کا منہج (م 1975)

ادریس کاندھلویؒ کی پیدائش 1899ء کو کاندھلہ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم تھانہ بھون سے حاصل کی۔ آپ کی فراغت مظاہر العلوم سہارنپور سے ہوئی۔ پاکستان بننے کے بعد آپ نے لاہور ہجرت کی اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریس شروع کی۔ آپ کی وفات 1975ء کو لاہور میں ہوئی۔[41]
ادریس کاندھلویؒ معجزہ کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ ”جو امر بلا اسباب عادیہ خلاف عادت نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ اگر کسی ولی اور صالح کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں اور اگر کسی عامی مسلمان کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اس کو معونت کہتے ہیں“ جبکہ معجزہ کا مفہوم خود اس پر دلالت کرتا ہے کہ معجزہ کوئی محال شئی نہیں بلکہ ممکن ہے۔ البتہ عالم اسباب کی عادت جاریہ اور سنت مستمرہ کے خلاف ہے فقط منکرین کے عاجز کرنے کے لیے ظاہر کیا گیا ہے۔[42]

منکرین معجزہ انکار کی دلیل پیش کرتے ہیں کہ مسببات کا اپنے اسباب اور علل سے منفک ہونا محال ہے اس وجہ سے خرق عادت کو محال سمجھا جائے گا۔ ادریس کاندھلویؒ اس دلیل کے رد میں لکھتے ہیں کہ ”اہل حق کے نزدیک تمام حقائق امکانیہ خواہ وہ جواہر و اعراض ہوں اور خواہ اجسام اور عقول ہوں۔ سب اسی علیم وقدیر کی قدرت وحکمت بالغہ سے ان تمام کائنات کو عدم سے نکال کر وجود کا خلعت عطا فرمایا ہے۔ کسی حقیقت کا وجود بھی ذاتی نہیں۔ لہذا جب یہ عالم اپنے وجود میں اس قدیر کا محتاج ہے اسی طرح بقاء میں بھی محتاج ہے۔ تمام اعیان و اعراض کا اصل فاعل وہی ہے۔ اس ذات نے ان اسباب اور وسائط کو اپنی تخلیق وتکوین میں اور افعال کو روپوش بنایا ہے۔ اسباب اور علل اس لیے نہیں پیدا کیے کہ ناظرین اس کو فاعل اور مؤثر خیال کریں بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے کہ اس کی قدرت عاملہ کے دلائل سمجھے“۔[43]

ادریس کاندھلویؒ کی اس مذکورہ رائے سے ظاہر ہوتا کہ آپ سرسیدؒ اور شبلیؒ کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ تمام افعال کے لیے اسباب ضروری نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ معجزات کو بغیر کسی واسطے کے وجود میں لے آتا ہے۔ اس رائے کو مولانا ادریسؒ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ ”اسباب ووسائل اپنے وجود اور بقاء میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، اور فی الحقیقت جماد محض ہیں تاثیر، احداث، ایجاد اور اختراع جماد کا کام نہیں یہ کام تو فعال ذات کا کام ہے“۔[44]

منکرین معجزہ کی ایک دلیل ”اسباب وعلت کی دلیل“ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”ان کا وجود موہبت ربانی ہے۔ اس طرح اسباب وعلل کی تاثیر اسی علیم وقدیر کا عطیہ ہے۔ جس طرح اسباب وعلل کا وجود مشیت اور حکم کے تابع ہے۔ اسی طرح اسباب وعلل کی تاثیر بھی اس کی مشیت اور ارادہ کے تابع ہے۔ فعال لما یرید جب چاہتا ہے اس وقت اسباب وعلل اثر کرتے ہیں ورنہ نہیں۔ وہ علیم اور قدیر ذات جب چاہے تو اسباب وعلل کے وجود کو سلب کر سکتا ہے۔ اسی طرح اسباب وعلل کی صفت تاثیر کو بھی جب چاہے تو سلب کر سکتا ہے۔ اسباب وعلل کی تاثیر اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ اگر اسباب وعلل کو اپنی تاثیر میں مستقل مان لیا جائے تو اسباب وعلل کو خالق تسلیم کرنا ہو گا جو کہ درست نہیں ہے“۔[45] اس مذکورہ رائے کو ہم ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں کہ اسباب وعلل تمام عادی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت اس طرح جاری ہے کی اسباب وعلل کی مباشرت کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور مشیت کے ساتھ مسبب اور معلول کو پیدا کرتا ہے۔

منکرین معجزہ پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے سامنے جب معجزہ کا ذکر ہوتا ہے تو فوراً یہ کہہ کر کہ معجزہ قانون قدرت کے خلاف ہے اس معجزہ کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ قدرت خداوندی کا کونسا مرتب اور مکمل قانون ان لوگوں کے پاس ہے جس کی بناء پر یہ حکم لگا دیتے ہیں کہ یہ امر قانون قدرت کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے آسمانوں سے کوئی کتاب تو نہیں اتری ہے کہ جس میں قدرت خداوندی کے قوانین اور اصول با تفصیل بیان کیے گئے ہوں اور نہ دنیا میں آج تک کوئی کتاب اس موضوع پر لکھی گئی ہے۔ نیز انسان اپنے مشاہدہ کی بنیاد پر جو قانون بناتا ہے وہ اکثری ہوتا ہے کلی اور دائمی نہیں ہوتا“۔[46] خرق عادت اگر محال ہے تو عام انسانوں کی قوت جسمانی کے لحاظ سے محال ہوسکتے ہیں لیکن روحانی قوت کے لحاظ سے محال کہنا نادانی ہے۔ انسان ایک وقت میں دس من وزن نہیں اٹھا سکتا ہے لیکن ریل کا انجن ایک وقت میں ہزراوں من وزن میلوں لے کر جاتا ہے۔ لہذا فاعل جس قدر قوی ہوتا ہے اس کی تاثیر بھی اس قدر قوی ہو گی۔

حوالہ جات

---

1 محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ج5، ص369

2 امام رازیؒ، محصل افکار المتکلمین، ص207

3 شبلی نعمانی، علم الکلام،89

4 عضد الدین ایجی،المواقف،دار الجیل،بیروت،ط اول،1998ء،ج3،ص348

5 عبد القاہر بغدادی، اصول الدین،ص178

6 ابو حامد الغزالی،المستصفی فی اصول الفقہ، تحقیق محمد عبد السلام،دار الکتب العلمیہ،ط اول،1993ء،ج1ص6۔

7 امام جوینیؒ،الارشاد، تحقیق محمد یوسف موسی، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ،ص325

8 قاضی عبد الجبار،المغنی فی ابواب العدل والتوحید،ج15ص168

9 قاضی عبد الجبار،المغنی فئ ابواب العدل والتوحید،ج15،ص147

10 امام جوینی،لمع الادلۃ،ص124

11 ابن تیمیہؒ،شرح العقیدۃالاصفھانیہ،ص155

12 ابو بکر بغدادی،الفرق بین الفرق، تحقیق محی الدین،دار المعرفہ بیروت،ص222

13 ابو بکر بغدادی،الفرق بین الفرق، تحقیق محی الدین،ص222

14 الطاف حسین حالی،حیات جاوید،ارسلان بک، کشمیر،2000ء،ج1،ص20تا170

15 سرسید احمد حان، تفسیر القرآن،ص850

16 سرسید، تفسیر القرآن،ص 147

17 سورۃ العمران،37

18 سرسید احمد حان، تفسیر القرآن،ص850

19

20 سرسید احمد حان، تفسیر القرآن،ج2،ص150

21 فضل الرحمن گنوری، سرسید کا بنیادی اصول نیچر اور لا آف نیچر، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ،جولائی تا ستمبر،1990ء،ص297

22 سرسید احمد خان، تفسیر القرآن،ج3،ص33

23 سرسید احمد خان، تفسیر القرآن،ج3،ص34

24 سرسید احمد خان، تفسیر القرآن،ج3،ص34

25 سید سلیمان ندوی،حیات شبلی،دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ،2008ء،ص79

26 علامہشبلینعمانی، علم الکلام،دوست ایسوسی ایٹس،لاہور،2003ء،ص244

27 سورۃ الفتح،23

28 علامہ شبلی نعمانی، علم الکلام،ص249

29 علامہ شبلی نعمانی، علم الکلام،ص246

30 علامہ شبلی نعمانی، علم الکلام،ص249

31 شبلی نعمانیؒ، علم الکلام،ص257

32 شبلی نعمانیؒ، علم الکلام،ص 280

33 وارث مظہری، شبلی کی کلامی فکر اور اس کا منہج،،الاضواء،جلد38،شمارہ59،سن 2023ء،ص185 تا186

34 عبد القیوم حقانیؒ، تذکرہ وسوانح،علامہ شبیر احمد عثمانیؒ،القاسم اکیڈمی،نوشہرہ،2006ء،ص14 تا40

35 شبیر احمد عثمانی،اسلام اور معجزات،ادارہ اسلامیات،لاہور،1990ء،ص106

36 شبیر احمد عثمانیؒ،اسلام اور معجزات،ص80

37 شبیر احمد عثمانیؒ،اسلام اور معجزات،ص94

38 شبیر احمد عثمانیؒ،اسلام اور معجزات،ص109 تا 111

39 شبیر احمد عثمانیؒ، اسلام اور معجزات، ص109

40 شبیر احمد عثمانیؒ، اسلام اور معجزات، ص117

41 ظفیر احمد عثمانی، مشاہیر علماء دالعلوم دیوبند، دفتر اجلاس صد سالہ، ط اول، 1980ء، ص89

42 مولانا ادریس کاندہلوی، علم الکلام، زمزم پبلشرز، 2003ء، ص261

43 ادریس کاندہلوی، علم الکلام، ص260

44 ادریس کاندہلویؒ، علم الکلام، ص263

45 ادریس کاندہلویؒ، علم الکلام، ص 268

46 ادریس کاندہلویؒ علم الکلام، ص268